تقریر بابت مسیح موعودؑ
وقت 5-7 منٹ

✿✿✿ تقریر ✿✿✿

حضرت مسیح موعودؑ کی احباب جماعت کو پند و نصائح

(ملفوظات جلد 7 ایڈیشن 1984ء)

(تقریر نمبر 8)

اللہ تعالیٰ قرآنِ شریف میں فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل:129)

یقیناً اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں۔

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

معزز سامعین! گزشتہ کچھ عرصہ سے ”مشاہدات“ کے پلیٹ فارم سے حضرت مسیح موعودؑ کے اِرشادات پر مشتمل ملفوظات سے نصائح پیش کی جارہی ہیں۔ آج سے جلد 7 سے آپؑ کی پند و نصائح پیش کرنے کا آغاز ہورہاہے۔ یہ جلد 7 کی تقریر نمبر 8 ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

مساجد کی تعمیر اور اُنہیں آباد کرنے کی نصیحت

”اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانۂ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہوگئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر جہاں مسلمان کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو تو ایک مسجد بنا دینی چاہیے پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لاوے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قیامِ مسجد میں نیت بہ اخلاص ہو۔ محض للہ اسے کیا جاوے۔ نفسانی اغراض یا کسی شرّ کو ہرگز دخل نہ ہو تب خدا برکت دے گا۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ مسجد مرصّع اور پکّی عمارت کی ہو۔ بلکہ صرف زمین روک لینی چاہئے اور وہاں مسجد کی حدبندی کر دینی چاہئے اور بانس وغیرہ کا کوئی چھپر وغیرہ ڈال دو کہ بارش وغیرہ سے آرام ہو۔ خدا تعالیٰ تکلّفات کو پسند نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد چند کھجوروں کی شاخوں کی تھی اور اسی طرح چلی آئی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اس لئے کہ ان کو عمارت کا شوق تھا۔ اپنے زمانہ میں اسے پختہ بنوایا۔ مجھے خیال آیا کرتا ہے کہ حضرت سلیمان اور عثمان کا قافیہ خوب ملتا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے ان کو ان باتوں کا شوق تھا۔ غرضکہ جماعت کی اپنی مسجد ہونی چاہیے جس میں اپنی جماعت کا امام ہو اور وعظ وغیرہ کرے اور جماعت کے لوگوں کو چاہیے کہ سب مل کر اسی مسجد میں نماز باجماعت ادا کیا کریں۔ جماعت اور اتفاق میں بڑی برکت ہے۔ پراگندگی سے پھوٹ پیدا ہوتی ہے اور یہ وقت ہے کہ اس وقت اتحاد اور اتفاق کو بہت ترقی دینی چاہیے اور ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے جو کہ پھوٹ کا باعث ہوتی ہیں۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 119-120)

جماعت کو اپنے اللہ کی طرف سے ہونے کے حوالہ سے نصائح کرتے ہوئے حضورؑ نے فرمایا۔

”ضروری بات یہ ہے کہ تُم لوگ ان باتوں کی طرف متوجہ نہ ہو اور تقویٰ اور طہارت میں ترقی کرو۔ تمہارا معاملہ اور حساب خدا سے الگ ہے اور مخالف لوگوں کا حساب الگ ہے۔ جنھوں نے قسم کھائی ہے کہ کیسی ہی سچّی بات کیوں نہ ہو مگر وہ قبول نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بھی اُن کی نسبت یہی فرماتا ہے کہ یہ لوگ قیامت کو ہی قبول کریں

گے۔ ان کی بناوٹ ہی اس قسم کی ہے کہ عُمدہ شئے یا بات جو پیش کی جاوے وہ اُن کو نفرت کی نِگاہ سے دیکھتے ہیں اور اگر بدبُو دار بات ہو تو خوش ہوتے ہیں۔ قرآنِ شریف، احادیث اور عقلی دلائل اور نشان پیش کئے۔ مگر یہ لوگ ان کی پرواہ نہیں کرتے۔ صرف ایک بات کو نشانہ بناتے ہیں۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ نے نہ چاہا کہ ایک مذہب ہو تو ہم کیا کرسکتے ہیں۔ مگر جن لوگوں کو خدا تعالیٰ فہمِ سلیم عطا کیا ہے اُن کو چاہیے کہ وہ شکر کریں کیونکہ فائدہ اُٹھانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے خود پاک کیا۔ ابھی ہماری جماعت کے بہت سے لوگ چھپے ہوئے ہیں ظاہر اُوہ ہم سے الگ ہیں لیکن دراصل ہم میں سے ہیں۔ ہمیں خود اُن کا علم نہیں۔ لیکن امید ہے کہ اپنے وقت پر وہ آجاویں گے۔ خود لاہور میں ایک شخص نے ملاقات کی اور کہا کہ مَیں آپ کو گالیاں دیا کرتا تھا معاف کرو اب میرے شکوک رفع ہو گئے ہیں اور ہزاروں خطوط اس قسم کے آئے ہیں کہ مَیں اوّل ابوجہل تھا۔ اب توبہ کرتا ہوں۔ بعضوں نے بذریعہ خواب کے مانا اور اکثر کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کشف میں یا خواب میں کہا کہ تم قبول کرلو۔ جو لوگ بُغض کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی تیز دھار کو روک لیویں مگر وہ کسی کے روکنے سے رُک نہیں سکتی۔ اگر انسانی کاروبار ہوتا تو آج تک کب کا تباہ ہو جاتا۔ مجھے دعویٰ کئے ہوئے 24 برس سے زیادہ عرصہ گزر گیا ایک مفتری کو اس قدر مہلت مل سکتی ہے کہ اگر کسی کو عقل، فہم اور موت کا ڈر ہو تو وہ براہین کے وقت کو دیکھے کہ جو پیشگوئیاں اس میں ہیں وہ کیسے پوری ہو کر رہیں۔ لیکن یہ بات ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے اور دل کے تالے نہ کھولے تو کس طرح سمجھ میں آوے کوئی بتاوے تو سہی کہ جب سے دنیا ہوئی ہے کسی مفتری نے اس قسم کی پیشگوئی بھی کی ہے۔ خدا تعالیٰ سے خوف کرنے والے کے لئے تو ایک ہی نشان کافی ہو سکتا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اس قدر کثیر نشانوں سے بھی فائدہ نہ اُٹھایا۔

غرض مدّعا یہ ہے کہ یہ تمام باتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو ہدایت قبول کرتے ہیں۔ نہ کہ منکروں کے لئے جن کے واسطے اللہ تعالیٰ کا قانون اَور ہے۔ تم خدا سے پناہ مانگو کہ اُن کے لئے جو قانون اس میں تم کو داخل نہ کرے۔ ہمیشہ نیک دل خدا تعالیٰ کے رحمت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ یہ نہ خیال کرو کہ یہ لوگ مذہب میں پکّے میں۔ بڑے بُزدل ہوتے ہیں۔ قہر الٰہی کا ذرا نہیں مقابلہ کرسکتے۔ لیکن یادرکھیں کہ یہ ایسا زمانہ ہے جس کے لئے سب نبیوں کی پیش گوئیاں ہیں اور جیسے مختلف نہریں مل کر ایک دریا بن کر بہہ نِکلتی ہیں اسی طرح ان پیش گوئیوں کو سیلاب بہہ نکلے گا اور آدم، موسیٰ، ابراہیم وغیرہ پیغمبروں نے جو کچھ کہا وہ سب پُورا ہو کر رہے گا۔ بعض رحمت کے نشان بھی ہوں گے مگر اُن سے انہی کو حصّہ ملے گا جو عاجز، فروتن اور خائف اور تائب ہوں گے اور جو منکر ہیں وہ قہری نشان سے حصّہ لیں گے۔ اگرچہ یہ لوگ اس وقت انکار کو نہیں چھوڑتے اور صرف ماں باپ یا جاہل لوگوں سے سُن سُنا کر غلط عقائد پر اَڑے ہوئے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ زبردستی سب کچھ چھوڑا دے گا۔ زبردست سے لڑنا نادانی ہے۔ اگر یہ کاروبار انسان کی طرف سے ہوتا تو کب کا تباہ ہو جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ ہم پر افترا کرتا تو ہم اس کی شاہ رگ کاٹ دیتے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اگر مَیں خدا پر افتراء کرتا ہوں اور تھوڑی مدّت نہیں بلکہ 30 سال کے قریب ہو چلا کہ ہمیشہ اس کی طرف سے وحی لوگوں کو سُناتا ہوں اور جو جانتا بھی ہے کہ مَیں جُھوٹا ہوں لیکن میری تائید کرتا ہے اور ہلاک نہیں کرتا۔ وہ کیسا خدا ہے کہ ایک جھوٹے سے اتفاق کر بیٹھا ہے اور ہزاروں نشان اس کی تائید میں دکھاتا ہے۔ نئی سواری بھی اس کے لئے نِکالی۔ کسوف و خسوف بھی اس کے لئے ماہِ رمضان میں کیا، طاعون بھی بھیجی۔ گویا خدا نے جان کر دھوکا دیا اور جو کام دجّال نے کرنا تھا وہ خود آپ کیا تاکہ مخلوق تباہ ہو۔ ذرا سوچو کیا خدا تعالیٰ کے لئے یہ جائز ہو سکتا ہے کہ ایک کذّاب مفتری اور دجّال کی وہ اس قدر مدد کرے اور مولوی لوگ جو خود کو اس کا مقرّب جانتے ہیں۔ ان کی دعا ہرگز قبول نہ ہو۔ جو لڑائی یہ لوگ لڑ رہے ہیں وہ مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے ہے۔ مَیں تو کچھ شئے نہیں ہوں۔ خدا تعالیٰ سے لڑائی والا کبھی بابرکت نہیں ہو سکتا۔ مَیں تو اس بات کو کہتے ہوئے ڈرتا ہوں اور مجھے لرزہ پڑتا ہے کہ افترا ہو اور خدا تعالیٰ چُپ کرکے بیٹھا رہے۔ اگر اُن کے نزدیک یہ افتراء ہے تو چاہیے کہ دعا کریں کہ خدا اسے نیست کرے یا دُعا کرکے حضرت مسیح کو آسمان سے اُتاریں۔ عیسائی محققین نے بھی آخر کار مسیح کے آسمان سے آنے سے تنگ آکر اور میعاد گزرتی دیکھ کر فیصلہ کر دیا ہے کہ کلیسا کو مسیح مان لو۔ یہی مسیح کا نزول ہے۔ ان کو بھی آخر کار نزول کو استعارہ کے رنگ میں ہی ماننا پڑا۔ احادیث پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ تمام خلفاء اس امت میں سے ہوں گے۔ قرآن شریف بھی یہی کہہ رہا ہے اور سب جگہ مِنکُم کا لفظ موجود ہے۔ مگر نا معلوم کہ ان لوگوں نے مِنۢ بَنِیٓ اِسۡرَآءِیۡلَ کہاں سے بنا لیا۔ کیا یہ تھوڑا نشان ہے کہ نہ کوئی واعظ ہے نہ لیکچرار اور ہماری ترقی برابر ہو رہی ہے۔ بھلا اگر ان کو طاقت ہے تو روک دیں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اِدھر رجوع دلا رہا ہے۔ مصر سے بھی بیعت کی درخواست آئی ہے۔ یورپ میں تحریک ہے۔ امریکہ میں تحریک ہے۔

مَیں پھر جماعت کو تاکید کرتا ہوں کہ تم لوگ ان کی مخالفتوں سے غرض نہ رکھو۔ تقویٰ طہارت میں ترقی کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو گا اور ان لوگوں سے وہ خود سمجھ لیوے گا وہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل:129) اور خوب یاد رکھو کہ اگر تقویٰ اختیار نہ کرو گے اور اس نیکی سے جسے خدا چاہتا ہے کثیر حصّہ نہ لو گے تو اللہ تعالیٰ سب سے اوّل تم ہی کو ہلاک کرے گا کیونکہ تم نے ایک سچائی کو مانا ہے اور پھر عملی طور سے اس کے منکر ہوتے ہو۔ اس بات پر ہرگز بھروسہ

نہ کرو اور مغرور مت ہو کہ بیعت کرلی ہے۔ جب تک پوری تقویٰ اختیار نہ کروگے۔ ہرگز نہ بچوگے۔ خدا تعالیٰ کا کسی سے رشتہ نہیں نہ اس کو کسی کی رعایت منظور ہے۔ جو ہمارے مخالف ہیں وہ بھی اسی کی پیدائش ہیں اور تم بھی اسی کی مخلوق ہو۔ صرف اعتقادی بات ہرگز کام نہ آوے گی جب تک تمہارا قول اور فعل ایک نہ ہو۔ ان لوگوں کی حالت پر غور کرو جب توفّی کا لفظ مسیح کے لئے آوے تو اس کے معنے آسمان پر جانے کے کرتے ہیں اور جب وہی لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنے وفات پانے کے کرتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ عملی راستی دکھاؤ۔ تا وہ تمہارے ساتھ ہو۔ رحم، اخلاق، احسان، اعمالِ حسنہ، ہمدردی اور فروتنی میں اگر کمی رکھوگے تو مجھے معلوم ہے اور بار بار میں بتلا چکا ہوں کہ سب سے اوّل ایسی ہی جماعت ہلاک ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام کے وقت جب اس کی امت نے خدا تعالیٰ کے حکموں کی قدر نہ کی تو باوجودیکہ موسیٰ اُن میں موجود تھا۔ مگر پھر بھی بجلی سے ہلاک کئے گئے۔ پس اگر تم بھی ویسے کروگے تو میری موجودگی کچھ کام نہ آوے گی۔

اب ہم ان لوگوں کو کہاں تک سمجھائیں۔ بہت سی کتابیں چھپ چکی ہیں اور ان کے لئے کافی اتمام حجت ہو چکا ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر توفّی کا لفظ استعمال کریں تو اس کے معنے عورت کے ہوں۔ ساحرین موسیٰ کے لئے وہی لفظ آوے تو اس کے معنے موت کے ہوں۔ لیکن جب مسیح پر بولا جاوے تو اس کے معنے آسمان پر جانا کرتے ہیں۔ یہ لوگ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ کیا یہی اُن کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور یہ کیسی دلیری اور شوخی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مبارک جس کی دنیا کو ضرورت تھی وہ تو تیرہ سو برس گزرے کہ خاک میں دفن ہو اور آپ 63 برس کی عمر میں فوت ہو جاویں اور مسیح اب تک آسمان پر۔ کوئی بتلاوے کہ وہاں کیا کر رہا ہے۔ اس کا وعدہ تھا کہ مَیں بنی اسرائیل کی طرف آیا ہوں اور کتنی قومیں بنی اسرائیل کی باقی تھیں کہ آسمان پر جا بیٹھا اور وعدہ بھی پورا نہ کیا اور پھر عقل، نقل اور کتاب اللہ کے برخلاف ہے۔ یہ سب دلائل ہیں جو کہ ایک مومن کے لئے کافی ہیں اور بجُز اس کے کہ عیسیٰ کو فوت شدہ مانا جاوے اور کوئی ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو محفوظ رکھنے کا نہیں ہے۔ مَیں تو اس شخص سے بہت خوش ہوں کہ جس نے کتاب حیاۃ النبی لکھی ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اَور پیغمبر کو زندہ کہے وہ کافر ہے کیونکہ آخر محبت کی کچھ بھی تو علامت چاہیے۔ بعض نئے نئے لوگوں نے جو عیسائیوں میں سے اسلام میں داخل ہوئے حضرت عمرؓ کو یہ بات کہی ہوگی کہ عیسیٰ اب تک زندہ ہے تب ہی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہرگز یہ باور نہ کیا کہ آپ فوت ہوگئے ہیں بلکہ ایسا کہنے والے کو قتل کرنے کے لئے آمادہ ہوئے۔ آخر جب حضرت ابو بکرؓ نے آکر اس مسئلہ کو حل کیا کہ سب نبی فوت ہوگئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہوئے تب آپ کو اعتبار آیا۔

اب عیسائیت کا اثر غالب آگیا ہے اور جو محبت مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہیے تھی وہ نہیں رہی۔ ہزاروں رسالے اور اخبار نکالتے ہیں لیکن کسی نے آج تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا رسالہ نہ نکالا۔ پس اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ آپؐ کی عزت کو دنیا میں قائم کرے۔ کئی کروڑ کتب اسلام کے ردّ میں لکھی گئیں کیا اب بھی خدا کو لازم نہ تھا کہ کوئی ذریعہ قائم کرکے آپؐ کی عزّت کو ظاہر کرے۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نبی مانتے ہیں اور سب سے اشرف جانتے ہیں اور ہرگز گوارا نہیں کرتے کہ کوئی عمدہ بات کسی اَور کی طرف منسوب کی جاوے۔ جب کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی معجزہ طلب کیا کہ آسمان پر چڑھ کر دکھاویں تو آپ نے فرمایا سبحان ربّی اور انکار کر دیا دوسری طرف حضرت مسیح کو خدا آسمان پر لے جاوے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم قرآن سے کیا بلکہ کُل کتابوں سے دکھا سکتے ہیں کہ جس قدر اخلاق اور خوبیاں کُل انبیاء میں تھیں۔ وہ سب کی سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع تھیں۔ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النساء:114) اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پس اگر آسمان پر جانا کوئی فضیلت ہو سکتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کب باہر رہ سکتے تھے۔ آخر یہ لوگ پچھتاویں گے کہ ان باتوں کو ہم نے کیوں نہ مانا۔ یہ لوگ ایک وار تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کرتے ہیں کہ ایک معجزہ آسمان پر جانے کا لوگوں نے مانگا مگر خدا تعالیٰ نے آپ کی پرواہ نہ کی اور عیسیٰ کو یہ عزت دی کہ اُسے آسمان پر اُٹھا لیا اور دوسرا حملہ خود خدا پر کرتے ہیں کہ اُس نے اپنی قوتِ خلق سے مسیح کو بھی کچھ دے دی جس سے تشابہ الخلق ہوگیا۔ جواب دیتے ہیں کہ خدا نے خود مسیح کو یہ قدرت دی تھی۔ اے نادانو! اگر خدائی نے تقسیم ہونا تھا تو کیا اس کے حصہ گیر عیسیٰ ہی رہ گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں حصہ نہ ملا۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 142-147)

سامعین! جماعت کو ذات پات سے بچنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی نصائح کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہماری جماعت (جس سے مخالف بغض رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ جماعت ہلاک اور تباہ ہو جاوے) کو یاد رکھنا چاہیے کہ مَیں اپنے مخالفوں سے باوجود اُن کے بغض کے ایک بات میں اتفاق رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ یہ جماعت گناہوں سے پاک ہو اور اپنے چال چلن کا عمدہ نمونہ دکھاوے وہ قرآنِ شریف کی تعلیم پر

سچیّ عامل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں فنا ہو جاوے۔ ان میں باہم کسی قسم کا بغض و کینہ نہ رہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری اور سچی محبت کرنے والی جماعت ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر بھی اس غرض کو پُورا نہیں کرتا اور سچی تبدیلی اپنے اعمال سے نہیں دکھاتا وہ یاد رکھے کہ دشمنوں کی اس مراد کو پُورا کر دے گا وہ یقیناً ان کے سامنے تباہ ہو جاوے گا۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کا رشتہ نہیں اور وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ اولاد جو انبیاء کی اولاد کہلاتی تھی۔ یعنی بنی اسرائیل جن میں کثرت سے نبی اور رسُول آئے اور خدا تعالیٰ کے عظیم الشان فضلوں کے وہ وارث اور حقدار ٹھہرائے گئے تھے۔ لیکن جب اس کی رُوحانی حالت بگڑی اور اُس نے راہِ مستقیم کو چھوڑ دیا۔ سرکشی اور فسق وفجور کو اختیار کیا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ وہ ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ (البقرہ:62) کی مصداق ہوئی۔ خدا تعالیٰ کا غضب ان پر ٹوٹ پڑا اور ان کا نام سوّر اور بندر رکھا گیا۔ یہاں تک کہ وہ گر گئے کہ انسانیت سے بھی اُن کو خارج کیا گیا۔ یہ کس قدر عبرت کا مقام ہے۔ بنی اسرائیل کی حالت ہر وقت ایک مفید سبق ہے۔ اسی طرح یہ قوم جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے وہ قوم ہے کہ خدا تعالیٰ اس پر بڑے بڑے فضل کرے گا۔ لیکن اگر کوئی اس جماعت میں داخل ہو کر خدا تعالیٰ سے سچی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچیّ اور کامل اتباع نہیں کرتا وہ چھوٹا ہو یا بڑا کاٹ ڈالا جائے گا اور خدا تعالیٰ کے غضب کا نشانہ ہو گا۔ پس تمہیں چاہیے کہ کامل تبدیلی کرو اور جماعت کو بدنام کرنے والے نہ ٹھہرو۔

بعض نادان ایسے بھی ہیں جو ذاتوں کی طرف جاتے ہیں اور اپنی ذات پر بڑا تکبّر اور ناز کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی ذات کیا کم تھی جن میں نبی اور رسُول آئے تھے لیکن کیا اُن کی اس اعلیٰ ذات کا کوئی لحاظ خدا تعالیٰ کے حضور ہوا۔ جب اس کی حالت بدل گئی۔ ابھی مَیں نے کہا ہے کہ ان کا نام سوّر اور بندر رکھا گیا ہے اور اسے اس طرح پر انسانیت کے دائرہ سے خارج کر دیا۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ بہت لوگوں کو یہ مرض لگا ہوا ہے۔ خصوصاً سادات اس مرض میں بہت مبتلا ہیں۔ وہ دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اپنی ذات پر ناز کرتے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ذات کچھ بھی چیز نہیں ہے اور اُسے ذرا بھی تعلق نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سیّد ولد آدم اور افضل الانبیاء ہیں۔ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے صاف طور پر فرمایا کہ اَے فاطمہؓ! تو اس رشتہ پر بھروسہ نہ کرنا کہ مَیں پیغمبر زادی ہوں قیامت کو یہ ہرگز نہیں پوچھا جاوے گا کہ تیرا باپ کون ہے؟۔ وہاں تو اعمال کام آئیں گے۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے قرب سے زیادہ دور پھینکنے والی اور حقیقی نیکی کی طرف آنے سے روکنے والی بڑی بات یہی ذات کا گھمنڈ ہے کیونکہ اس سے تکبّر پیدا ہوتا ہے اور تکبّر ایسی شئے ہے کہ وہ محروم کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ اپنا سارا سہارا اپنی غلط فہمی سے اپنی ذات پر سمجھتا ہے کہ مَیں گیلانی ہوں یا فلاں سیّد ہوں۔ حالانکہ وہ نہیں سمجھتا کہ یہ چیزیں وہاں کام نہیں آئیں گی۔ ذات اور قوم کی بات تو مَرنے کے ساتھ ہی الگ ہو جاتی ہے۔ مَرنے کے بعد اس کا کوئی تعلق باقی رہتا ہی نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں یہ فرماتا ہے مَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (الزلزال:9) کوئی بُرا عمل کرے خواہ کتنا ہی کیوں نہ کرے اس کی پاداش اس کو ملے گی۔ یہاں کوئی تخصیص ذات اور قوم کی نہیں اور پھر دوسری جگہ فرمایا اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ (الحجرات:14) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرّم وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

پس ذاتوں پر ناز اور گھمنڈ نہ کرو کہ یہ نیکی کے لئے روک کا باعث ہو جاتا ہے۔ ہاں ضروری یہ ہے کہ نیکی اور تقویٰ میں ترقی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور برکات اسی راہ سے آتے ہیں۔ مَیں خوب جانتا ہوں کہ ہماری جماعت اور ہم جو کچھ ہیں اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی نُصرت ہمارے شاملِ حال ہو گی کہ ہم صراطِ مستقیم پر چلیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اور سچی اتباع کریں۔ قرآن شریف کی پاک تعلیم کو اپنا دستور العمل بنا دیں اور ان باتوں کو ہم اپنے عمل اور حال سے ثابت کر دیں نہ صرف قال سے۔ اگر ہم اس طریق کو اختیار کریں گے تو یقیناً یاد رکھو کہ ساری دنیا بھی مل کر ہم کو ہلاک کرنا چاہے تو ہم ہلاک نہیں ہو سکتے اس لئے کہ خدا ہمارے ساتھ ہو گا۔ لیکن اگر ہم خدا تعالیٰ کے نافرمان اور اس سے قطع تعلق کر چکے ہیں تو ہماری ہلاکت کے لئے کسی کو منصوبہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کسی مخالفت کی حاجت نہیں۔ وہ سب سے پہلے خود ہم کو ہلاک کر دے گا۔ ہمیشہ سے سُنَّتَ اللہ اسی طرح پر چلی آئی ہے۔ جب بنی اسرائیل نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی اختیار کی اور اس نے گناہ کیا۔ خدا تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک کیا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر اُن میں موجود تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ سے سخت بیزار اور متنفّر ہے۔ وہ کبھی پسند نہیں کر سکتا کہ ایک شخص بغاوت کرے اور اس کو سزا نہ دی جاوے۔

یہ بات بھی خوب یاد رکھو کہ گنہگار خدا تعالیٰ پر ایمان اور یقین نہیں رکھتا۔ اگر ایمان رکھتا تو ہرگز گناہ کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ حدیث میں جو آیا ہے کہ چوری کرنے والا یا زانی یا بدکار اپنے فعل کے وقت مومن نہیں ہوتا۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ کیونکہ سچا ایمان تو گناہ سے دُور کرتا ہے اور شیطان کی کشتی میں وہ شیطان پر غالب آجاتا ہے۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص علانیہ بدکاری میں مبتلا ہے اور دوسری خطا کاریوں سے باوجودیکہ اُن کی بُرائی سے آگاہ ہے باز نہیں آتا تو پھر بجز اس کے اور کیا

کہنا پڑے گا کہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا۔ اگر ایمان رکھتا تو کیوں ان بدیوں سے نہ بچتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ گُناہ سے سخت بیزار ہے اور اس کا نتیجہ بہت ہی بُرا اور تکلیف دہ ہے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 187-190)

روزہ اور نماز

فرمایا:

"روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔ روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور رُوح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔ اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہی مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جوگیوں میں بھی پیدا ہو سکتی ہے لیکن روحانی گدازش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے اس میں کوئی شامل نہیں۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 379)

اللہ تعالیٰ ہمیں اِن نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

✡✡✡✡